1

اسراف سے بچو

(فرمودہ ۷ جنوری ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ و سورۂ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝[1]

یہ چند آیات جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی تعریف بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ وہ یوں کیا کرتے ہیں۔ یوں تو بہت سے لوگ ہیں جو بڑے شوق سے اپنے لڑکے کا نام عبد الرحمٰن رکھتے ہیں اور بہت ہیں کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ کون ہو تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ "ہم اللہ کے بندے ہیں" اور لوگوں کے دعوی کرنے کو چھوڑ دو واقعہ میں بھی سب لوگ خدا ہی کے بندے ہیں اور جتنی بھی چیزیں دنیا کی ہیں خواہ وہ انسان ہیں یا حیوان۔ چرند یا پرند۔ سب خدا ہی کے بندے ہیں کیونکہ وہ کونسی چیز ہے جو خدا کے سوا کسی اور نے پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو پیدا کیا ہے۔ پس اس لحاظ سے سب خدا ہی کے بندے ہیں پھر اس لحاظ سے کہ خدا ہی سب کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی کے اختیار میں ہر ایک جاندار اور بے جان کا قائم رکھنا ہے۔ اسی کے بندے ہیں۔ پھر اس

---

[1] الفرقان ۶۲ تا ۶۸

لحاظ سے بھی کہ ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی فرمانبرداری کرتی ہے گو خدا کو بھی بعض لوگ نہیں مانتے مگر جو اس کے قوانین ہیں ان سے ذرہ بھر نکلنا بھی کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی طاقت میں نہیں ہے۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اب یہ کوئی نہیں کر سکتا کہ آنکھوں سے سننے کا کام لے اور کانوں سے دیکھنے کا۔ تو خدا کے قانون سے کوئی نہیں نکل سکتا۔ اس لئے بھی سب عباد الرحمٰن ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بار بار فرمایا ہے کہ عباد الرحمٰن بن جاؤ۔ چنانچہ پاک روحوں کے لئے فرماتا ہے فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ (الفجر: ۳۰) میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ خدا تعالیٰ کے بندے تھے۔ کیونکہ خدا ہی نے ان کو پیدا کیا تھا خدا ہی ان کا رازق تھا۔ خدا ہی ان کا مالک تھا۔ خدا ہی ان کو قائم رکھتا تھا۔ پھر فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ جو فرمایا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا بندہ ہونا دو رنگ میں ہوتا ہے۔ غرض ایک لحاظ سے تو تمام انسان خدا کے بندے ہیں لیکن ایک لحاظ سے بعض بندے ہوتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے تو خدا کے بندے وہ کہلاتے ہیں جو اس کے تمام احکام کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں۔ اور جو نہیں کرتے وہ اس لحاظ سے خدا کے بندے نہیں ہوتے بلکہ شیطان کے بندے ہوتے ہیں اپنے نفس کے بندے ہوتے ہیں اور انسانوں کے بندے ہوتے ہیں۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی تعریف فرمائی ہے اور یہاں وہی لوگ مراد ہیں جن کا ذکر فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ میں ہے۔ اور یہاں عبد سے مراد عابد ہے۔ غرض ان آیات میں عباد الرحمٰن کی کچھ باتیں خدا تعالیٰ نے بتائی ہیں کہ جن میں وہ پائی جائیں وہ عباد الرحمٰن ہوتے ہیں۔ اس وقت میری غرض ان میں سے ایک بات کو بیان کرنا ہے جو سب سے آخری آیت میں بیان فرمائی ہے خدا تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی ایک تعریف یہ فرمائی ہے کہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ جب وہ انفاق یعنی خرچ کرتے ہیں تو یہ دو باتیں ان کے مدنظر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ لَمْ يُسْرِفُوْا خرچ کرنے میں اسراف نہیں کرتے۔ دوم لَمْ يَقْتُرُوْا بخل نہیں کرتے۔ مال کو جمع نہیں کرتے۔ قتر کے معنی مال کے جوڑنے اور جمع کرنے کے ہیں۔ قاتر

وہ جو مال کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ جمع کرنے سے ہی بخل کے معنے لئے گئے۔ کیونکہ انسان مال جمع تبھی کر سکتا ہے جب خرچ نہ کرے اور اسی کو بخیل کہتے ہیں پس قاتر کے اصل معنے یہ ہیں کہ جو مال جمع کرے اور ان لوگوں پر خرچ نہ کرے جن پر خرچ کرنا اس کے ذمہ ہے۔

اس آیت میں خرچ نہ کرنے والے کی نسبت خدا تعالےٰ نے کیا عجیب لفظ رکھا ہے یہ نہیں فرمایا کہ وہ جو اپنے رشتہ داروں اور محتاجوں وغیرہ پر خرچ نہیں کرتا۔ وہ بُرا ہے کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو۔ وہ بھی تو خرچ نہیں کرتا۔ پھر کیا وہ خدا کے بندوں سے نکل جائے گا۔ مثلاً ایک شخص خود بھوکا ہے اس سے کوئی محتاج آکر مانگتا ہے کہ مجھے کھانے کو دو۔ لیکن وہ کچھ نہیں دیتا۔ تو کیا ایسا آدمی بھی خدا کے حضور بخیل ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ نہیں۔ ہاں ایک ایسا شخص جس کے پاس دینے کے لئے ہے مگر نہیں دیتا۔ وہ بے شک اللہ تعالےٰ کے نزدیک ملزم ہے تو یہاں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عبد الرحمٰن نہیں ہوتا جو خرچ نہیں کرتا۔ بلکہ قتور کا لفظ رکھا جس کے معنے ہیں مال جمع کرنے کے۔ اور قاتر اس کو کہتے ہیں جو مال جمع کرے اور رشتہ داروں مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ نہ کرے۔ پس اس ایک ہی لفظ میں یہ بھی بتا دیا۔ کہ جس کے پاس مال نہ ہو۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض صرف اس پر ہے جس کے پاس مال ہے اور وہ بجائے حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے اسے جوڑتا ہے۔ اسی طرح اس لفظ کے ذریعہ سے یہ بھی بتا دیا کہ خالی مال جوڑنا منع نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے پاس اس قدر مال ہو کہ وہ ان لوگوں پر خرچ کرنے کے بعد جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے اور غرباء کی مدد کرنے کے بعد بھی مالدار ہے تو اس کا مال جمع کرنا گناہ نہیں۔ خیر اس جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی عبد الرحمٰن بننا چاہے تو اس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے وقت دو باتوں کا لحاظ کرے۔ اوّل یہ کہ وہ اپنے مال میں اسراف نہ کرے۔ اس کا کھانا صرف تکلّف اور مزے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ قوت طاقت اور بدن کو قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے اس کا پہننا آرائش کے لئے نہیں ہوتا بلکہ بدن کو ڈھانکنے اور خدا تعالےٰ نے جو اسے حیثیت دی ہوئی ہے اس کے محفوظ رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہؓ کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ اسی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ شام کو تشریف لے گئے تو وہاں بعض صحابہ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ریشمی کپڑوں سے مراد

وہ کپڑے ہیں جن میں کسی قدر ریشم تھا۔ ورنہ خالص ریشم کے کپڑے سوائے کسی بیماری کے پہننے مردوں کو منع ہیں) آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان لوگوں پر خاک پھینکو اور ان سے کہا کہ تم اب ایسے آسائش پسند ہو گئے ہو کہ ریشمی کپڑے پہنتے ہو۔ اس پر ان میں سے ایک نے اپنا کُرتا اٹھا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ اس نے نیچے موٹی اون کا سخت کُرتا پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ ہم نے ریشمی کپڑے اس لئے نہیں پہنے کہ ہم ان کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اس ملک کے لوگوں کی طرز ہی ایسی ہے اور یہ بچپن سے ایسے امراء کو دیکھنے کے عادی ہیں جو نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی ان کی رعایت سے اپنے لباسوں کو ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے۔ ورنہ ہم پر ان کا کوئی اثر نہیں[1]۔

پس صحابہ کا عمل بتاتا ہے کہ اسراف سے کیا مراد ہے اس سے یہی مراد ہے کہ مال ایسی اشیاء پر نہ خرچ کرے جن کی ضرورت نہیں اور جن کا مدعا صرف آرائش و زیبائش ہو۔

غرض خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ عباد الرحمٰن وہ ہوتے ہیں جو اپنے مالوں میں اسراف نہ کرتے ہوں وہ اپنے مالوں کو ریا اور دکھاوے کے لئے خرچ نہ کرتے ہوں بلکہ فائدہ اور نفع کے لئے صرف کرتے ہوں۔ پھر اپنے مالوں کو ایسی جگہ دینے سے نہ روکیں جہاں دینا ضروری ہو اور ان کا قوام ہو یعنی درمیانی ہو۔ نہ اپنے مالوں کو اس طرح لٹائیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی منشاء کے ماتحت نہ ہو۔ اور نہ اس طرح روکیں کہ جائز حقوق کو بھی ادا نہ کریں۔ یہ دو شرطیں عباد الرحمٰن کے لئے مال خرچ کرنے کے متعلق ہیں لیکن بہت لوگ ہیں جو یا تو اسراف کی طرف چلے جاتے ہیں یا بخل کی طرف۔

اسراف کی مرض اس زمانہ میں بہت بڑھی ہوئی ہے۔ بخل کی مرض بھی ہے۔ مگر یہ مسلمانوں میں کم ہے اور آج کل تو مسلمان کی تعریف اور علامت ہی یہی مقرر کی گئی ہے۔ کہ جو کچھ اس کے پاس آتا ہو کھا پی جائے اور جس قدر مال اس کے پاس ہو سب خرچ کر دے۔ بخل ہنود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر مسلمان وہی سمجھا جاتا ہے جو دین و دنیا کے لئے کچھ نہ بچائے اور سب کچھ کھا جائے۔ لیکن کیا الٹ بات ہے۔ ادھر قرآن کریم تو کہتا ہے کہ مسلم وہ ہے جو اسراف نہ کرے مگر آجکل مسلمان وہ سمجھا جاتا ہے جو سب کچھ بیچ کر کھا جائے جتنا کوئی زیادہ اسراف کرے اتنا ہی ولی اللہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہوتا ہے جو کبھی اسراف نہیں کرتا

---

[1] طبری بحوالہ الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۷۶ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی۔

مگر اس زمانہ میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ جتنی ان کی آمدنی نہیں ہوتی اس سے زیادہ خرچ کر دیتے ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ جب ان کو کہا جائے کہ تم اپنی بیوی بچوں کو کیوں خرچ نہیں دیتے تو کہہ دیتے ہیں کہ تنخواہ تھوڑی ہے ہم شریف آدمی ہیں اپنے اخراجات چلائیں یا ان کو دیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اسی کا نام شرافت ہے تو پندرہ کروڑ تنخواہ والا بھی بیوی بچوں کے لئے کچھ نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ یورپ نے عیش و عشرت کے سامان اس کثرت سے پیدا کر دیئے ہیں کہ جس قدر بھی روپیہ ہو بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے لیکن وہ لوگ جو بیوی بچوں کے لئے خرچ کرنیوالے ہوتے ہیں وہ تو دس دس اور پندرہ پندرہ روپے کے ملازم ہو کر بھی کرتے ہیں اور جو نہیں کرنا چاہتے وہ سینکڑوں روپیہ کی آمدنی کے ہوتے ہوئے بھی نہیں کرتے۔ اور دوسرے ہی فضول اخراجات میں روپیہ کو ضائع کر دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کو اپنے باپ کی بہت سی دولت مل گئی اس نے اپنے دوستوں اور آشناؤں کو بلا کر پوچھا کہ مجھے دولت کو خرچ کرنے کا طریق بتاؤ۔ کسی نے کچھ بتایا کسی نے کچھ۔ لیکن اسے کوئی پسند نہ آیا۔ ایک دن وہ بازار سے گذر رہا تھا کہ بزاز کے کپڑے پھاڑنے کی اسے آواز آئی۔ جس کو اس نے بہت پسند کیا اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ میرے سامنے کپڑے کے تھان لا کر پھاڑا کرو۔ اس طرح اس نے کپڑے پھڑوانے شروع کئے اور چرچر کی آواز سننے لگا۔ اور ہزار ہا روپیہ اس پر خرچ کر دیا۔ تو خرچ کرنے کے لئے تو وہ بھی کہتا تھا کہ کپڑے کے پھٹنے کی بڑی مزیدار آواز ہے۔ جو کانوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کیا یہ بھی کوئی خرچ کرنا تھا پس کسی مال کو ناجائز اور فضول طور پر خرچ کرنا کوئی بھی مشکل کام نہیں ہے اگر کسی کے پاس کروڑوں کروڑ روپیہ بھی ہو تو وہ بھی سب کچھ خرچ کر کے کنگال اور نادار بن سکتا ہے اور ایسا اکثر دنیا میں ہوتا ہے۔ ہاں روپیہ کا جائز طور پر اور ٹھکانے سر خرچ کرنا مشکل ہے اور بہت مشکل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ روپیہ کمانا آسان ہے مگر خرچ کرنا بہت مشکل ہے۔ واقعہ میں یہ بہت ہی سچا قول ہے۔ دنیا میں بہت لوگ ہیں جو بہت بہت روپیہ کماتے ہیں لیکن انہیں خرچ کرنا نہیں آتا اس لئے کنگال ہی رہتے ہیں۔ اور بہت ایسے ہیں جو کم کماتے ہیں۔ مگر چونکہ انہیں خرچ کرنا آتا ہے اس لئے آسودہ رہتے ہیں۔

غرض مسلمانوں میں یہ ایک بہت بڑی مرض ہے اور یہ مرض یہاں بھی بعض لوگوں میں ہے یہاں ایک شخص نے لڑکوں کے افسر کو کہا تھا کہ میرا لڑکا جو خرچ کرنے کے لئے مانگے اسے دے دینا۔ اور دکانداروں کو بھی کہہ گیا کہ کوئی چیز مانگے تو دے دینا اس لڑکے نے بیس روپیہ کی ایک مہینہ میں فرنی وغیرہ ہی کھالی۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کہ لڑکے بہت زیادہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ شاید دکاندار ایسے لڑکوں کے ساتھ یہ برادرانہ محبت سمجھ کر کرتے ہوں۔ مگر میں تو کہتا ہوں۔ یہ برادران یوسف کا سلوک ہے۔ وہ بھی اپنے بھائی کو بیچ کر کھاگئے تھے اور اس قسم کے لوگ بھی بیچ کر کھاجانا چاہتے ہیں اور کوئی محبت اور برادرانہ ہمدردی نہیں کرتے۔ برادرانہ سلوک تو یہ ہے کہ کھانے والوں کو مفت دیں اور ان سے کچھ نہ لیں لیکن اس طرح کرنا کہ پہلے دیتے جانا اور پھر قیمت لینے کے لئے اس کے پیچھے پڑنا کوئی ہمدردی نہیں ہے گو بعض لوگ جو غریب ہیں انہیں اُدھار لینا پڑتا ہے اور انہیں دینا چاہیئے لیکن ایسی صورت میں جبکہ ان کے گھر آٹا نہ ہو اور وہ فاقہ کشی کر رہے ہوں یا کپڑا نہ ہو اور سخت حاجتمند ہوں۔ یا اور کوئی ایسی ہی ضروری بات ہو۔ ایسا دیا ہوا قرض اگر کوئی ادا نہ کر سکے تو دوسرے ادا کرنے کی طرف توجہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی کسی کو مٹھائی کھلاوے اور پھر ایسے قرض کے لئے چارہ جو ہو تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ اس کا قرض ادا کرے۔ خدا تعالٰے فرماتا ہے کہ اسراف نہ کرو۔ اس لئے اسراف کرنا اور اسراف کرنے والے کی مدد کرنا دونوں گناہ ہیں مثلاً جیسا شراب پینے والا گنہ گار ہے ایسا ہی پلانے والا بھی گنہ گار ہے۔ جو دکاندار قرض پر مٹھائی دے کر دوسرے کو مسرف بناتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے خود مٹھائی کھلائی ہے۔ اس شخص نے مانگی۔ میں نے دے دی۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے خنزیر خود نہیں کھایا بلکہ اور کو کھلایا ہے تو کیا کھلانے والا بدتر نہیں ہوگا۔ ضرور ہوگا۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگوں میں ابھی تک اسراف کی مرض چلی آتی ہے لیکن یہ لطف کی بات ہے کہ اسراف کرنے والوں کا پتہ دیر سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر بخل کرنے والے پر بہت جلدی آوازے کسے جاتے ہیں۔ اسراف کرنے والے کے ساتھی پہلے پہلے اسے کوئی ہدایت نہیں کرتے لیکن جب وہ تباہ ہو چکتا ہے تو وہ بھی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس نے احتیاط نہیں کی۔ ان سے کوئی پوچھے

کہ اب جو تم یہ کہتے ہو پہلے اس کے ساتھ کیوں شامل ہوتے تھے۔ ایسی باتوں پر بولنے کی مجھے تو عادت نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ تو عام طور پر کہہ دیا کرتے تھے۔ لیکن مَیں انتظار کرتا ہوں۔ اور کرنے والے کو کسی رنگ میں سمجھا دیتا ہوں پھر انتظار کرتا ہوں شاید بعض لوگ یہ جانتے ہوں کہ مجھے ان کے حالات کا پتہ نہیں لیکن خدا کے فضل سے مجھے ان کی نسبت اتنا پتہ ہوتا ہے اگر انہیں اس کا پتہ ہو جائے تو حیران ہو جائیں۔ بہت لوگ ہیں جن کی عادتیں جتنی مجھے معلوم ہیں۔ اتنی انہیں خود بھی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے معاملات میں خاموش رہا کرتے تھے یہی بات مجھے پسند آئی ہے۔ اس لئے مَیں اسی کی پیروی کرتا ہوں۔

پس تم لوگوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ خود اسراف سے بچو اور دوسروں کو بچاؤ حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ فرماتے تھے کہ ایسی چیزیں جن کا انسان محتاج نہیں مثلاً مٹھائی وغیرہ کسی کو قرض نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن اب تک بعض لوگوں کو نصیحت نہیں حاصل ہوئی اب مَیں کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو مصیبت میں ہے تو اُسے قرض بے شک دو۔ یہ اچھا کام ہے مثلاً کوئی آٹے والا ہے یہ کسی غریب اور مفلس کو آٹا قرض دیتا ہے تو وہ قابلِ تعریف ہے کیونکہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑے والا کسی ایسے آدمی کو کپڑا قرض دیتا ہے جو کمانے والا ہے تو وہ قابلِ شکریہ ہے اس کا قرضہ اگر وہ ادا نہ کر سکے تو دوسروں کا فرض ہے کہ اس کی جگہ ادا کر دیں اسی طرح اگر کوئی اور ضروری چیز قرض دیتا ہے تو اچھا کرتا ہے لیکن ایسی اشیاء جیسے مٹھائی اور دودھ ہے قرض دینا دوسرے کو اسراف کی عادت ڈالنا ہے۔ ایسا مت کرو کیونکہ اس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا اور وہ جو اسراف کراتا اور دوسرے پر بوجھ لادتا ہے وہ بھی اچھا نہیں کرتا۔

خدا تعالےٰ ہماری جماعت کو اسراف اور بخل دونوں سے بچائے اور ان کے درمیانی راستہ پر چلنے کی توفیق دے۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

(الفضل ۲ر فروری ۱۹۱۶ء)